روزنامہ
الفضل
ربوہ
فون: ۴۴۹
ایڈیٹر: نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴/۳۹ | بدھ ۱۸ شوال ۱۴۰۹ھ ۲۴ ہجرت ۱۳۶۸ھش ۲۴ مئی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۱۷

یوم قدرت ثانیہ / ۲۷ مئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں ۲۷ مئی کو یہ تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ اس روز جماعت احمدیہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے قدرتِ ثانیہ کا بابرکت ظہور ہوا جو الٰہی بشارتوں کے مطابق ہمیشہ رہنے والی اور دائمی ہے۔ قدرت ثانیہ کی مبارک یاد کو تازہ رکھنے کے لئے جماعت ہائے احمدیہ دنیا بھر میں ہر سال ۲۷ مئی کو بطور "یوم قدرتِ ثانیہ" منایا کرتی ہیں۔ امسال بھی پاکستان کی جملہ جماعتوں میں یہ دن پوری شان اور اہتمام کے ساتھ منایا جانا ضروری ہے۔ اس روز جماعت احمدیہ میں قدرت ثانیہ کے ظہور اور اس کی غیر معمولی برکات اور اعجازی تاثرات کے تذکرے ہونے چاہئیں قدرت ثانیہ کے بقاء اور استحکام کے لئے انفرادی اور اجتماعی دعائیں ہوں۔ اور قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع پیارے آقا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اور سلامتی کے لئے نیز حضور کے جملہ مقاصد کی معجزانہ تکمیل اور فاتحانہ شان کے ساتھ جلد تر واپسی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزانہ مناجات اور دعائیں کی جائیں۔ اور حسبِ سابق امراء کرام اور مربیان حضرات یہ انتظام فرمائیں کہ ان کے حلقہ کی ہر جماعت میں یہ مبارک دن بھرپور انداز سے منایا جائے۔ اور اس کے بعد تفصیلی رپورٹیں نظارت اصلاح و ارشاد مرکزیہ کو بھجوائی جائیں۔

(نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ)

مکرم عبیداللہ صاحب بجلی والے چند روز سے بیمار ہیں ان کو فالج کا حملہ ہوا ہے۔ احباب جماعت سے دردمندانہ دعا کی درخواست ہے کہ خدا تعالیٰ کامل شفایابی عطا فرمائے۔

(مبارک احمد قمر وار لنعر عزیزی ربوہ)

خاکسار کی خالہ محترمہ سیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ محترم سید نذیر احمد صاحب ماڈل کالونی کراچی کا فوجی فاؤنڈیشن ہسپتال میں عنقریب پتہ کا اپریشن ہونے والا ہے۔ احباب جماعت سے اپریشن کی کامیابی اور کامل شفایابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

سید طاہر محمود ماجد
مربی سلسلہ رکن صیغہ زود نویسی ربوہ

انسان میں توحید قبول کرنے کی استعداد اس آگ کی طرح رکھی گئی ہے جو پتھر میں مخفی ہوتی ہے اور رسول کا وجود چقماق کی طرح ہے۔ جو اس پتھر پر ضرب توجہ لگا کر اس آگ کو باہر نکالتا ہے

(حقیقۃ الوحی)

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"میں نے سمجھ لیا ہے۔ اصل مرض تمہارا بے صبری کا ہے۔ باقی جو کچھ ہیں اس کے عوارض ہیں۔ دیکھو۔ انسان اپنے دنیا کے معاملات میں جبکہ بے صبر نہیں ہوتا۔ اور صبر و استقلال سے انجام کا انتظار کرتا ہے۔ پھر خدا کے حضور بے صبری لے کر کیوں جاتا ہے۔ کیا ایک زمیندار ایک ہی دن میں کھیت میں بیج ڈال کر اس کے پھل کاٹنے کے فکر میں ہو جاتا ہے۔ یا ایک بچہ کے پیدا ہوتے ہی کہتا ہے کہ یہ اسی وقت جوان ہو کر میری مدد کرے۔ خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت میں اس قسم کی عجلت اور جلد بازی کی نظیریں اور نمونے نہیں ہیں۔ وہ سخت نادان ہے جو اس قسم کی جلد بازی سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس شخص کو بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہیئے جس کو اپنے عیب غیب کی شکل میں نظر آجاویں ورنہ شیطان بدکاریوں اور بداعمالیوں کو خوش رنگ اور خوبصورت بنا کر دکھاتا ہے۔ پس تم اپنی بے صبری کو چھوڑ کر صبر اور استقلال کے ساتھ خدا تعالیٰ سے توفیق چاہو اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ بغیر اس کے کچھ نہیں ہے۔ جو شخص اہل اللہ کے پاس اس غرض سے آتا ہے کہ وہ پھونک مار کر اصلاح کر دیں وہ خدا پر حکومت کرنی چاہتا ہے۔ یہاں تو محکوم ہو کر آنا چاہیئے۔ ساری حکومتوں کو جب تک چھوڑتا نہیں کچھ بھی نہیں بنتا۔ جب بیمار طبیب کے پاس جاتا ہے تو وہ اپنی بہت سی شکایتیں بیان کرتا ہے۔ مگر طبیب شناخت اور تشخیص کے بعد معلوم کر لیتا ہے کہ اصل میں فلاں مرض ہے وہ اس کا علاج شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے تمہاری بیماری بے صبری کی ہے اگر تم اس کا علاج کرو تو دوسری بیماریاں بھی خدا چاہے تو رفع ہو جائیں گی۔ ہمارا تو یہ مذہب ہے کہ انسان خدا تعالیٰ سے کبھی مایوس نہ ہو۔ اور اس وقت تک طلب میں لگا رہے جب تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے۔ جب تک اپنی طلب اور صبر کو اس حد تک نہیں پہنچاتا، انسان بامراد نہیں ہو سکتا۔ اور یوں خدا تعالیٰ قادر ہے وہ چاہے تو ایک دم میں بامراد کر دے۔ مگر عشقِ صادق کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ راہِ طلب میں پویاں رہے۔ سعدی نے کہا ہے ؎

گر نباید بدوست رہ بردن
شرطِ عشق ہست در طلب مردن

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

"جب اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے اس وقت اُسے راضی کرنا چاہیئے۔ لیکن جب اپنی سیہ کاریوں اور گناہوں سے اسے ناراض کر لیا اور اس کا غضب اور غصہ بھڑک اٹھا اس وقت عذابِ الٰہی کو دیکھ کر توبہ استغفار شروع کی اس سے کیا فائدہ ہوگا جب سزا کا فتویٰ لگ چکا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۲۶۴)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد ؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس
ربوہ ۔ مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ ۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۲۴ ہجرت ۱۳۶۸ ۲۴ مئی ۱۹۸۹ء

سائنس اور ٹیکنالوجی

صدر مملکت جناب غلام اسحاق خاں نے سائنس اور ٹیکنالوجی کے ایک سیمینار میں قوم کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ملک کی خوشحالی کا انحصار سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم کے حصول میں ہے اور کہ جس جس قدر ہم اس کی طرف توجہ دیں گے ہمارا دوسروں پر انحصار بھی کم ہوگا اور ہمیں خوشحالی بھی نصیب ہوگی۔ محترم ڈاکٹر سلام صاحب (نوبل انعام یافتہ) ایک عرصے سے ساری تیسری دنیا میں دورے کر کے اس امر کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ گزشتہ ایام میں وہ پاکستان تشریف لائے تو ایک دفعہ پھر انہوں نے یہی بات دہرائی ہے۔

دوسروں پر انحصار کے سلسلہ میں ہمیں یہ بات یاد آرہی ہے کہ پاکستان کے ابتدائی ایام میں قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے پاکستان آتے ہی پاکستان کے استحکام کے سلسلہ میں کچھ لیکچر دیئے تھے۔ ان میں زور اس بات پر دیا گیا تھا کہ دوسروں سے مدد لینے سے بہتر یہ ہے کہ انسان پوری روٹی نہ کھائے، آدھی کھائے۔ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلائے۔ حضور نے قرضہ جات کو یوں کہہ لیجیے کہ سم قاتل قرار دیا تھا۔ ایک قرضہ۔ اور پھر ایک اور قرضہ۔ اور پھر قرضہ اتارنے کے لئے قرضہ۔ اور اس کے بعد قرضہ کا سود اتارنے کے لئے۔ یہ ایک ایسا چکر ہے کہ ایک دفعہ شروع ہو جائے تو ختم ہی نہیں ہو سکتا اگر عمائدین نے حضرت امام جماعت احمدیہ کی باتوں کی طرف توجہ دی ہوتی۔ تو آج نہ قرضے ہوتے نہ قرضوں کا سود۔ ملک اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاتا۔ خوش ہوتا اور خوشحال ہوتا۔ اور شائد اپنی محنت سے کمائی کر کے اتنا غریب بھی نہ ہوتا جتنا آج ہے۔

ڈاکٹر سلام کی بات سننے کو جی نہیں چاہتا تو نہ سہی۔ وہی بات اب ہمارے محترم صدر صاحب نے کہی ہے اور کہی بھی ویسے ادارے سے ہے جو ان کا اپنا قائم کردہ ہے۔ پس آئیے ہم سب یہ بات سنیں۔ اس پر توجہ اور ملک کو سائنس اور ٹیکنالوجی میں دوسروں کا دست نگر نہ رہنے دیں۔ اس میں ہماری بھلائی ہے۔ اور ہماری بھلائی میں بہت سے دوسرے لوگوں کی بھی بھلائی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم ہر اچھی بات کو اپنا سکیں چاہے وہ کہیں سے آئے۔ آخر وہ ہماری ہی تو گمشدہ بات ہے۔

روز و شب کام کام رہے
خدمتِ خلق ہی سے نام رہے
یہ تقاضائے آدمیت ہے
دل میں ہر اِک کا احترام رہے

——— ابوالاقبال

نظم در جواب نظمِ حضور

دیارِ مغرب کو جانے والو۔ دیارِ مشرق کے باسیوں کو۔
ملا ہے اپنے پیارے آقا کی چاہتوں کا سلام کہنا!

تمہاری ان چاہتوں کے صدقے۔ تمہاری ان الفتوں کے قرباں
ہم عاصیوں کی ہو خوش نصیبی۔ جو آپ ہوں شاد کام کہنا!

تمہاری شام و سحر کے خوں سے۔ ہماری صبحیں جواں ہوئی ہیں
اُبھر رہے ہیں ہزاروں سورج۔ قدم قدم گام گام کہنا!

یہ علم و عرفان کی سبیلیں۔ یہ پیاسی روحیں یہ سلسبیلیں۔
یہ حکمتوں کے ابلتے چشمے پئیں نہ کیوں تشنہ کام کہنا!

پیام سارے جہاں کو دینا۔ کہاں تھا ممکن یہاں پہ رہ کر
خدائے برتر کے فضل سے ہو رہے ہیں سب اپنے کام کہنا!

کدورتوں کو مٹانے والے۔ محبتوں کو جگانے والے
کلام شیریں سے ہونگے آخر۔ بڑے ستمگر بھی رام کہنا!

فقط فضا کو کریں مکدر۔ ہے یہ بگولوں کا ہی مقدر
ہماری تقدیر۔ ابرِ رحمت۔ مئے محبت کا جام کہنا!

تمہارے نغموں کی لے پہ آقا۔ ہماری روحیں پنپ رہی ہیں
پہنچ رہی ہیں دعائیں ہم کو۔ بہت ہیں خوش یہ غلام کہنا!

دعا کی ناہید کو ہے خواہش۔ دعاؤں میں یاد رکھنا آقا
حضور اکرمؐ کی بارگہ میں۔ شفاعتوں کا پیام کہنا!

——— ابن ناہید ساہی

مضمون نگار حضرات سے گذارش

لکھئے اور ضرور لکھئے۔ ہم آپ کے مضامین کے منتظر رہتے ہیں، لیکن مضمون کے ساتھ آپکا پورا نام اور پتہ ضرور درج ہونا چاہئیے چاہے اس سے پہلے آپ کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہوں۔ ہر مضمون کے ساتھ نام اور پورا پتہ ہماری دفتری ضرورت ہے۔

(مدیر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ملک سیف الرحمٰن

چند پرانی یادیں

کوہستانِ نمک جسے سالٹ رینج بھی کہتے ہیں اس میں مغرب کی طرف سون سکیسر کے قریب ایک چھوٹی سی خوبصورت وادی ہے۔ اس وادی کو "چھپہ ویلی" بھی کہا جاتا ہے۔ اس وادی میں ایک چھوٹا سا گاؤں پہاڑ کے دامن میں آباد ہے جس کے درمیان سے سڑک گزرتی ہے یہ سڑک اب پکی ہو چکی ہے اور سکیسر اور پنڈی کے درمیان رابطہ کی سڑک کا کام دیتی ہے۔ خاکسار اسی گاؤں میں پیدا ہوا۔ اس گاؤں کا پرانا نام کھوتکہ تھا اور اب "احمد آباد" ہے۔ سڑک کے کنارے گاؤں کی مسجد ہے اس مسجد کے ساتھ خاکسار کے والد صاحب کا ایک چھوٹا سا کھیت تھا جس کو ہم چری کہتے تھے ۱۹۴۲ء یا ۱۹۴۳ء کی بات ہے خاکسار نے خواب دیکھا کہ قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر (اللہ تعالیٰ کی لاکھ لاکھ رحمتیں آپ پر ہوں) اس چری میں بیٹھے وضو کر رہے ہیں۔ یہ تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی حضور اس چھوٹے سے پہاڑی گاؤں میں تشریف لے جائیں گے۔ ان دنوں آپ گرمیوں میں ڈلہوزی تشریف لے جایا کرتے تھے جو بڑا خوبصورت صحت افزا مقام تھا۔ اس لئے خاکسار نے خواب کی اس کیفیت کو کسی روحانی اثر پر محمول کیا اور دعا کے بعد اس کی تعبیر کو حوالہ بخدا کر دیا۔ تقسیم ملک کے بعد حالات نے جو رخ اختیار کیا اس کے نتیجہ میں حضور نے ربوہ آباد کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ربوہ میں خاصی گرمی ہوتی ہے۔ حضور کا منشاء تھا کہ قریب میں کوئی ایسی جگہ ملے جو نسبتاً ٹھنڈی ہو اور ربوہ کے بھی قریب ہو تاکہ حضور وہاں سے آکر نماز جمعہ پڑھا سکیں۔ غالباً محترم مرزا عبدالحق صاحب کے مشورہ پر آپ نے ایک دفعہ سکیسر جانے کا پروگرام بنایا جو اس علاقہ میں خاصہ ٹھنڈا صحت افزا مقام ہے سکیسر کچھ دن قیام فرمانے کے بعد واپسی میں آپ نے وہ راستہ اختیار فرمایا جو خاکسار کے گاؤں سے گزرتا تھا محترم سید مہتاب شاہ صاحب جو ایک مخلص احمدی ہیں ان کا گھر برلب سڑک تھا۔ شاہ صاحب کی درخواست پر حضور ان کے مکان پر کچھ دیر کے لئے ٹھہرے گاؤں میں بڑے رسیلے میٹھے اور نرم گنے پیدا ہوتے تھے جو شاہ صاحب نے اس وقت حضور کی خدمت میں پیش کئے حضور نے گنوں کو پسند فرمایا اور تعریف کی۔ جب خاکسار کو پتہ چلا کہ حضور خاکسار کے گاؤں سے گزرے ہیں تو خاکسار کو اپنا پرانا ۱۹۴۲ء کا خواب یاد آگیا۔ اس پر خاکسار نے جرأت کر کے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ خاکسار کا گاؤں قریب ہے اور خاکسار کی خواہش ہے کہ حضور اس گاؤں میں قیام فرمائیں۔ حضور نے ازراہِ نوازش خاکسار کی درخواست منظور فرمائی۔ محترم سید مہتاب شاہ صاحب نے بھی تعاون فرمایا اس طرح حضور کے سفر کی تیاری مکمل ہونے پر روانگی کا وقت آگیا۔ حضور کے قافلہ میں حضرت سیدہ ام ناصر۔ حضرت سیدہ چھوٹی آپا تھیں۔ ان دنوں افسر حفاظت محترم کیپٹن (ریٹائرڈ) محمد حسین صاحب چیمہ تھے۔ محترم محمد شریف صاحب اشرف جو پرائیویٹ سیکرٹری تھے حضور نے ازراہِ نوازش خاکسار کو خاکسار کی اہلیہ محترمہ کو اور خاکسار کے بڑے بیٹے عزیز مجیب الرحمٰن کو بھی قافلہ میں شمولیت کی سعادت عنایت فرمائی۔

دامن کوہ میں ایک گاؤں کھٹہ آباد ہے وہاں سے پہاڑ کی چڑھائی شروع ہوتی ہے۔ چڑھائی خاصی پیچیدہ اور موڑوں والی ہے۔ پہاڑ چڑھتے وقت عزیز مجیب کی طبیعت خراب ہو گئی اور الٹیاں آنی شروع ہو گئیں۔ حضور کو جب پتہ چلا تو حضور نے قافلہ کی کاروں کو روکنے کا ارشاد فرمایا اور کافی دیر تک آپ برلب سڑک تشریف فرما رہے اور جب عزیز کی طبیعت بحال ہو گئی تو آگے روانہ ہوئے۔ عصر کے قریب قافلہ گاؤں پہنچا اور محترم سید مہتاب شاہ صاحب کے مکان میں حضور فروکش ہوئے۔ مکان دو کچے کمروں پر مشتمل تھا۔ دونوں کمرے شاہ صاحب نے پیش کر دیئے۔ اس غریب نوازی پر جتنا بھی ہم دونوں احمدی شکر کرتے کم تھا۔ دل خوشی سے بھرے ہوئے تھے۔ حضور نے دونوں غریب احمدیوں کی غریبانہ دعوت بھی قبول فرمائی۔ ایک بکری ذبح کی گئی۔ سالن اور روٹی پر مشتمل یہ دعوت حضور نے اور سارے قافلہ نے بخوشی تناول فرمائی۔ حضور گاؤں میں دو دن رہے تیسرے دن واپسی ہوئی۔ حضور کو یہ گاؤں اتنا پسند آیا کہ مکان بنانے کے لئے حضور نے ڈیڑھ ایکڑ زمین خریدی ایک بگھا محترم سید مہتاب شاہ صاحب نے ہبہ کیا۔ لیکن بعد میں حفاظتی نقطہ نظر سے گاؤں کی بجائے چار پانچ میل دور جانب مشرق آپ نے نخلہ کا مقام پسند فرمایا۔ جہاں آپ گرمیوں میں تشریف لے جاتے۔ احمد آباد میں قیام کے دوران ایک قابل ذکر واقعہ یہ بھی ہے کہ خاکسار کی والدہ صاحبہ ان دنوں بوجہ ضعیف العمری، کیونکہ ان کی عمر ان دنوں نوّے سال تھی۔ اپنی ایک بھانجی کے پاس ڈھوک میں رہتی تھیں جو گاؤں سے سوا میل دور پار پہاڑ کے دامن میں تھی۔ خاکسار اکیلا اپنی والدہ کو ملنے چلا گیا۔ خاکسار کی اہلیہ نے بھی ساتھ جانے کے لئے کہا لیکن وقت کی تنگی اور راستہ کی دشواری کی وجہ سے میں انہیں اپنے ساتھ لے کر نہ جا سکا بعد میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار حضرت سیدہ ام متین سے کیا۔ انہوں نے حضرت المصلح الموعود کی خدمت میں ذکر کیا تو حضور نے فرمایا کہ ہاں اسے ضرور جانا چاہیئے اور بذریعہ کار جانے کا ارشاد فرمایا لیکن دفتر بوجوہ کار کا انتظام نہ کر سکا۔ اس پر حضور نے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ خاکسار کی اہلیہ کہتی ہیں کہ حضور کی ناراضگی کو دیکھ کر مجھے افسوس ہوا کہ کیوں میں نے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا جس سے حضور کو تکلیف پہنچی۔ لیکن آقا کے اس کرم پر دل شکر سے بھر گیا۔ بہرحال انہوں نے ہمت نہ ہاری اور خاکسار کی خالہ زاد بہن کے ساتھ جنہوں نے عزیز مجیب کو کندھے پر اٹھا لیا تھا۔ پیدل چل کر وہاں ڈھوک پہنچیں۔ خاکسار دوسرے راستہ سے واپس آگیا تھا۔ خاکسار کی اہلیہ اور عزیز مجیب والدہ صاحبہ سے ملے لیکن گھر والے اس قسم کی گفتگو کر رہے تھے کہ لگتا تو ہمارا ماموں ہی ہے لیکن ہمارے برتن جھوٹے کر گیا ہے جو ہمیں پھینکنے پڑیں گے یہ سن کر انکی طبیعت منغض ہو گئی اور وہ رات ہی رات واپس آگئیں۔ پہاڑی راستہ اجنبیت اور گیدڑوں کی آوازیں سن کر ڈر کے مارے انکا برا حال تھا۔

سلسلہ کوہستان نمک میں ایک گاؤں منارہ بھی ہے وہاں کے ایک مولوی صاحب نے پنجابی نظموں کی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "خوانِ یغما" تھا۔ اس کتاب میں اخلاقی نصائح اور شادی بیاہ مرنے پرنے کی بد رسوم کو بڑے دل پذیر انداز میں نظم کیا گیا تھا۔ مولوی صاحب کا نام احمد دین تھا اور انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہوئی تھی۔ خاکسار کی والدہ صاحبہ نے ایک بار مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ان کی عمر کوئی تیرہ چودہ سال ہو گی وہ کتاب "خوانِ یغما" بڑی لے سے پڑھ رہی تھیں کہ ان کے ماموں یعنی خاکسار کے دادا آگئے اور پوچھا بیٹی کیا پڑھ رہی ہو۔ خاکسار کی والدہ نے جواب دیا ماموں میں خوانِ یغما پڑھ رہی ہوں۔ اس پر ماموں صاحب نے فرمایا۔ ہا ہا یہ کتاب پھینک دو یہ نہ پڑھو یہ تو مرزائی کافر کی لکھی ہوئی ہے۔ خاکسار کی والدہ بیان کرتی تھیں کہ کتاب تو میں نے رکھ دی لیکن دل میں خیال آیا کہ اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے باتیں تو اس کتاب میں بڑی اچھی لکھی ہوئی ہیں۔ کیا کافر بھی اتنی اچھی باتیں لکھ سکتے ہیں بعد میں خاکسار کی والدہ صاحبہ خاکسار سے ملنے قادیان آئیں۔ ان دنوں دارالرحمت میں خاکسار کا قیام تھا اور حضرت قاضی محمد عبداللہ صاحب کے مکان کے سامنے گلی کی نکڑ پر ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا۔ والدہ صاحبہ وہاں مکان کی بیٹھک میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو دیکھتی رہتی تھیں۔ جب وہ واپس اپنے گاؤں آئیں تو ان کے پیر صاحب نے پوچھا "کافروں کے شہر سے ہو آئی ہو۔" آپ نے جواب دیا بیت الحمد میں نماز کے لئے آنے جانے والوں کو میں دیکھتی تھی تانتا بندھا رہتا تھا۔ بیت الحمد نمازیوں سے بھری رہتی تھی۔ کیا کافر بھی نماز پڑھتے ہیں آپ انہیں کافر کہہ سکتے ہیں۔ میں اس کی جرأت نہیں کر سکتی۔

تحصیل پنڈ دادنخان میں ایک قصبہ للہ نام کا آباد ہے۔ اس قصبہ میں سلسلہ نقشبندیہ کا ایک خاندان آباد ہے اس خاندان کے بانی کا نام حافظ غلام نبی تھا جنہیں ان کے مرید "حضرت اعلیٰ" کے نام سے یاد کرتے تھے۔ خاکسار کے دادا بھی ان کے خلیفہ تھے اور خاکسار کے ایک پھوپھا بھی خلیفہ تھے۔ جن کا نام محمد حسن تھا وہ للہ سٹیشن کے قریب ایک گاؤں ڈھڈھیاں کے رہنے والے تھے اور اپنے وقت کے بڑے پیر اور بزرگ مشہور تھے۔ ان کے ایک مرید منشی غلام محمد صاحب تھے جو جالندھر کے رہنے والے تھے۔ کسی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے مرید ہونے کے بعد ملازمت ترک کر کے اپنے پیر کے قدموں میں آ بیٹھے۔ منشی صاحب پرائیویٹ سیکرٹری کے فرائض انجام دیا کرتے اور خط و کتابت کا فریضہ ان کے ذمہ تھا۔ ایک دفعہ ان کے ایک عزیز جالندھر سے ان سے ملنے آئے جو احمدی تھے۔ منشی صاحب سخت گھبرائے کہ ایک مرزائی آگیا ہے وہ کیا کریں۔ انہوں نے اس بات کا ذکر اپنے حضرت صاحب سے کیا۔ اس پر انہوں نے کہا۔ مہمان ہیں۔ مہمان نوازی کا اسلام میں حکم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ اس لئے اپنے مہمان کی خوب خاطر تواضع کرو چنانچہ منشی صاحب نے حسب استطاعت اپنے عزیز کی تواضع میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ دو تین دن ٹھہر کر جب مہمان چلے گئے تو ان کے پیر نے ان سے پوچھا کہ خاطر تواضع میں کوئی کمی تو نہیں رہ گئی تھی۔ منشی صاحب نے جواب دیا حضرت خاطر تو میں نے خوب کی ہے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا ہے۔ سالن کی پلیٹیں تو الگ الگ تھیں لیکن روٹی ایک ہی چنگیر میں تھی خاکسار نے یہ احتیاط ضرور کی کہ ایک طرف سے وہ روٹی توڑ کر نوالہ لیتے اور ایک طرف سے میں نوالہ توڑتا جب روٹی کی ایک کتر باقی رہ جاتی تو میں نوالہ لینا ترک کر دیتا تاکہ ان کی طرف کا پلید حصہ میں نہ کھا بیٹھوں۔ ان کے جانے کے بعد میں نے مزید احتیاط یہ کی ہے کہ انکی پلیٹ توڑ دی ہے اور چنگیر کو ضائع کر دیا ہے خاکسار کے والد صاحب جو اس حکایت کو بیان کرنے والے ہیں کہا کرتے تھے کہ اس پر حضرت صاحب نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا ایک تو مہمان کی خاطر کرنا۔ اسلامی خلق ہے دوسرے ہمارے نزدیک وہ کافر بھی نہیں تم نے یہ کر کے بہت بُرا کیا۔

لِلّہ والے پیر خاندان کے ایک خلیفہ بیربل کے رہنے والے تھے۔ ان کی گدی بھی خوب چلی۔ ان کے ایک صاحبزادہ جنکا نام محمد سعید تھا قادیان بھی آئے اور تین چار دن رہے۔ ان کے ایک صاحبزادہ کا نام صاحبزادہ محمد عمر تھا۔ بڑے خلیق اور ملنسار بزرگ تھے خاکسار احمدی ہونے کے بعد ان سے ملنے بیربل گیا جو دریائے جہلم کے کنارے بھیرہ اور خوشاب کے درمیان ایک مشہور گاؤں ہے۔ دوران گفتگو حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر آگیا۔ صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ نبی بھی حیلہ سے کام لے لیتے ہیں دیکھیں کس ترکیب اور حیلے سے انہوں نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنے کے لئے روکا۔ خاکسار نے عرض کیا کہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایک مقتدر وزیر خود برتن سامان میں کیسے رکھ سکتا ہے۔ وہ تو اپنے کسی ملازم یا کارندے کو حکم دے سکتے تھے جو سامان لدوانے کے کام پر مامور تھے۔ دوسرے قرآن کریم کہتا ہے کہ سقایہ رکھا گیا تھا اور گم صواع یعنی پیمانہ ہوا تھا۔ پھر قرآن کریم کہتا ہے کہ (ترجمہ) "اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کی" کہ ہم نے یہ تدبیر کی اس میں یوسف کا کوئی دخل نہ تھا۔ وہ بڑے ذہین تھے سوچ کر کہنے لگے تمہارے استاد کا فہم قرآن کریم بڑا گہرا ہے معلوم ہوتا ہے انہوں نے خوب سوچ کر یہ نکتے نکالے ہیں۔ بہرحال بڑے خوش ہوئے اور تعجب کا اظہار کیا۔ ایک دفعہ مجلس میں بیٹھے تھے۔ خاکسار نے اپنی ٹوپی جناح کیپ اتار کر رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا تو جھٹ اپنے پاس سے کپڑے کی ٹوپی نکال کر دی کہ فوراً پہن لو۔ ننگے سر پہ شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔

"تپہ ویلی" میں ایک گاؤں کھپکی ہے۔ اس گاؤں کے رہنے والے ایک صاحب مولوی غلام احمد تھے جنکا نام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی کتابوں میں بھی آتا ہے۔ وہ کمال کے بزرگ تھے۔ بڑے خوشخط اور صاحب فن تھے۔ ہاتھ سے نوٹ بناتے اور کوئی فرق نہیں کر سکتا تھا کہ اصلی نوٹ کونسا ہے اور ہاتھ کا بنا ہوا کونسا۔

ایک دفعہ قدرتِ ثانیہ کے دوسرے مظہر سے انکا ذکر آیا تو فرمانے لگے اچھا وہ تمہارے گاؤں کے پاس کے رہنے والے تھے۔ وہ تو میرے استاد تھے اور بڑے کمال کے بزرگ تھے۔ بعد میں مولوی غلام احمد صاحب مجذوب ہو گئے۔ ہمارے گاؤں کے قریب پہاڑوں میں ان دنوں تیل کی ایک کمپنی تیل کا کنواں کھود رہی تھی۔ انہوں نے پیشگوئی کی کہ تیل نہیں نکلیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کمپنی اپنی مشینری اٹھا کر چلی گئی اور مکانات مولوی غلام احمد صاحب کے حوالے کر گئی جہاں قیام کے دوران ان کی مجذوبی اور پیری خوب چمکی۔ خاکسار ان دنوں کھپکی کے پرائمری سکول میں پڑھتا تھا اور مجھے یاد ہے کہ جب انکا جنازہ جنگل کی کوٹھیوں سے اٹھا کر کھپکی لایا گیا تو ارد گرد کے بے شمار لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

جب ۳۶ء میں خاکسار نے احمدیت قبول کی تو لاہور کے کسی دوست نے خاکسار کے والد صاحب کو اطلاع دی کہ انکا لڑکا گمراہ ہو گیا ہے۔ وہ دوڑے دوڑے قادیان پہنچے۔ ان دنوں حضرت صاحب نمازِ عصر کے بعد بیت اقصیٰ میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے چنانچہ خاکسار درس سننے اور عصر کی نماز پڑھنے بیت اقصیٰ گیا تو کسی دوست نے کہا کہ ایک صاحب آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ خاکسار جب ان کے پاس پہنچا تو وہ والد صاحب تھے۔ انہوں نے شور مچا دیا کہ اسی وقت میرے ساتھ چلو۔ قریب ہی حضرت مولوی شیر علی صاحب بیٹھے تھے۔ وہ شور سن کر ادھر آ گئے اور پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ یہ میرے والد صاحب ہیں اور اس لئے آئے ہیں کہ خاکسار ان کے ساتھ چلے وہ ایک لمحہ بھر یہاں ٹھہرنے کے روادار نہیں ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے حکمتِ عملی سے کام لے کر فرمایا۔ میں بھی آپ کے ضلع کا رہنے والا ہوں۔ میرا بھی ضلع سرگودھا ہے۔ اس وقت گاڑی بھی کوئی نہیں جاتی۔ رات بھی قریب ہے۔ اس لئے آج رات آپ میرے پاس ٹھہریں۔ کل صبح آپ کا لڑکا آپ کی مرضی کے مطابق آپ کے ساتھ چلا جائیگا چنانچہ والد صاحب ان کی باتوں سے متاثر ہو کر رات رہنے پر راضی ہو گئے۔ عصر کی نماز ہوئی پھر حضور نے درس دیا۔ ان دنوں حضور سورۃ بقرہ کی ان آیات قرآنی کا درس دے رہے تھے جس میں ذکر ہے کہ

"اور سلیمان کافر نہ تھا بلکہ (اس کے) باغی کافر تھے۔ وہ لوگوں کو دھوکہ دینے والی باتیں سکھاتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ درس حقائق و معارف کا بحرِ بیکراں تھا۔ والد صاحب درس سن کر بے حد متاثر ہوئے رات حضرت مولوی صاحب کے ہاں رہے صبح یہ کہہ کر رخصت ہو گئے کہ تم یہاں ٹھہر سکتے ہو میں نے تو یہ سمجھا تھا کہ تم بے دینوں کے نرغہ میں پھنس گئے ہو۔ یہاں تو دین ہی دین کا چرچا ہے۔ نمازیں ہیں۔ قرآنِ کریم کا درس ہے۔ جب وہ واپس گئے تو لِلّہ کے پیر صاحب کے بھائی صاحب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ سنا ہے کہ قادیان والے کتے کا گوشت کھلا کر جادو کر دیتے ہیں۔ والد صاحب نے عرض کیا۔ خاکسار جن صاحب کے گھر رات رہا انہوں نے رات کو دال روٹی کھلائی۔ صبح ناشتہ دہی پراٹھے سے کیا۔ خاکسار نے تو وہاں کوئی گوشت نہیں کھایا۔ اس لئے خاکسار پر تو کوئی جادو وادو نہیں کیا گیا۔ ہاں میں نے دیکھا کہ بیوت الحمد نمازیوں سے بھری رہتی ہیں اور قرآن کریم کا درس ہوتا ہے۔ ماحول سراسر دینی ہے۔ اس لئے میں نے اپنے بیٹے کو رہائش کی اجازت دے دی تھی۔

یادِ رفتگان ——— سے

میاں محمد ابراہیم

مولانا محمد شفیع اشرف

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں کا ذکرِ خیر کرتے رہا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی تعمیل میں میں یہ نوٹ سپردِ قلم کر رہا ہوں۔ مولانا محمد شفیع اشرف ویسے بھی میرے پرانے قدردان شاگرد تھے۔ مجھ سے ہمیشہ ادب و احترام سے پیش آتے۔ میرے دل میں مجھ سے اس قدر اخلاص، مروّت اور محبت سے پیش آنیوالے "عزیز" (جو میں عمر میں بڑا اور بچپن میں ان کا استاد ہونے کی وجہ سے کہہ رہا ہوں) کی خاص قدر و منزلت تھی۔ ان کی طبیعت میں باوجود سلسلہ احمدیہ کے مقتدر و معزز رکن بن جانے کے حفظِ مراتب کا اہتمام کرنے کا جذبہ موجود تھا۔ جو ان کی ترقی اور کامیابی کا راز تھا۔

ایک طالب علم کو تو یاد ہوتا ہے کہ طالب علمی کے زمانہ میں اس نے کس کس استاد سے پڑھا۔ لیکن بالعموم استاد کو تفاصیل یاد نہیں رہتیں۔ البتہ کسی خاص طالب علم نے کسی موقع اور کسی جہت سے متاثر کیا ہو تو اس کا وہ پہلو اس کو نہیں بھولتا۔ اسی نسبت سے میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ شفیع اشرف صاحب آٹھویں جماعت میں تھے تو ایک ہونہار مقرر کی شکل میں سکول کے ادبی اور تقریری شعبہ میں ابھرے اور اس میدان میں ایک قابلِ ذکر اور لائقِ تحسین مقام حاصل کر لیا۔

مڈل پاس کرتے ہی غالباً شفیع اشرف مدرسہ احمدیہ میں داخل ہو گئے اور وہاں سے عربی اور دینیات کے ممتاز عالم اور مقرر بن کر نکلے۔ تقریر اور مناظرہ کے میدان میں خاص شہرت پائی اور جب اختلافی مسائل میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی کا وقت آیا تو ایک بیدار مغز اور زیرک مناظر کی حیثیت سے جماعت میں متعارف ہوئے۔ ایمان رکھنے والا محض خشک مُلّا دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور غیر متعلق نہیں ہوتا بلکہ ہر فن مولا اور صاحبِ بصیرت ہوتا ہے۔ شفیع اشرف کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ مسائل کے مالہٗ وماعلیہا کی فلاسفی کو خوب سمجھتے تھے اور صحیح معنوں میں عالم بلکہ عالم باعمل تھے۔ ان کی وفات سے تقریباً دو ہفتہ پہلے میں ایک روز ان کے دفتر (حدیقۃ المبشرین) میں انہیں ملا۔ بر سبیل تذکرہ بہشتی مقبرہ کے قواعد دوبارہ منظوری وصیت اور تدفین کے مسائل پر ایک ایسی بات کی جو انکے علم کی وسعت پر دلالت کرتی ہے اور اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ ہمارا معلم اور مقتدر طبقہ کتنے گہرے اور وسیع علم کا مالک ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی تشریح کرتے ہوئے کہ بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے والی میّت کو بعض دفعہ اس کو ربوہ لانے والے عزیزوں کو اس بات سے ذہنی تکلیف ہوتی ہے کہ قواعد و ضوابط کی تکمیل تدفین میں دیر کا باعث بن جاتی ہے۔ جس سے متعلقین کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ شفیع اشرف صاحب نے اس رد و کد کی اس حدیث سے مطابقت کی جس کے مطابق جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے تو نیکی کا فرشتہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نوٹ سیل

مشذرات

ورڈ پروسیسر

اللہ تعالیٰ کے وجود پر یہ ایک بڑی محکم دلیل ہے کہ کارخانہ عالم کسی کے چلائے بغیر چل نہیں سکتا اور جو بھی اسے چلا رہا ہے اسی کو ہم خدا کہتے ہیں۔

سورج اور چاند کا اپنے اپنے وقت پر نکلنا، درختوں کا ایک ہی طرز پر اگنا، بڑھنا پھلنا اور پھولنا، انسانوں کی پیدائش، موسموں میں تبدیلیاں اور ایسی تمام ہی باتیں لاکھوں سال سے ایک ہی طرح رونما ہوتی چلی آرہی ہیں۔

اگر اس کارخانہ عالم کے پیچھے کسی کا ہاتھ نہ ہو تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس دلیل کو ہم خدا تعالیٰ کے وجود پر ایک مضبوط دلیل کہتے ہیں، اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز کوئی ایسا نظام کوئی ایسی مشین نہیں ہو سکتی جو از خود اور بیرونی اثرات سے ہٹ کر کام کر سکے۔ ایسا تو ہو سکتا ہے کہ آپ ایک بٹن دبائیں اور مشین چلنے لگے اور پھر چلتی ہی رہے۔ لیکن اس چلتی رہنے کے پیچھے بھی ایک ہاتھ کا کام ہے۔ جس نے بٹن دبایا ہے لیکن ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی مشین از خود چلنے لگے اور چلتی رہے۔ بعض لوگ کمپیوٹر کے متعلق سمجھتے ہیں کہ یہ سارے کام از خود کرتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے۔ کوئی ایسی مشین نہیں ہو سکتی جو از خود کام کرنا شروع کر دے، شروع بہر حال کوئی اور کرے گا اور پھر مشین کام کرے گی بھی اور کرتی چلی بھی جائے گی، یہ نہیں ہو سکتا کہ کمپیوٹر ہو یا کوئی اور چیز ادھر یہ مشین تیار ہوئی اور ادھر اس نے خود ہی کام شروع کر دیا۔ جب ہم یہ سنتے ہیں کہ کمپیوٹر جمع تفریق بھی خود ہی کرتا ہے۔ اور ضرب اور تقسیم بھی خود ہی کرتا ہے۔ تو بعض اوقات یہ خیال آتا ہے کہ شائد اس کے پیچھے کوئی اور ہاتھ نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کمپیوٹر آپ کو وہی کچھ بتائے گا جو آپ نے اسے بتایا ہے۔ جب تک آپ ۱۶ اور ۲ اس کو نہیں کھلائیں گے جس کو کہتے ہیں فیڈ کرنا اس وقت تک وہ نہ ۱۶ اور ۲ کو جمع کر سکتا ہے اور نہ ہی ۱۶ اور ۲ کو آپس میں ضرب دے سکتا ہے نہ ۱۶ کو ۲ پر تقسیم کر سکتا ہے نہ اس عمل کو جاری رکھ سکتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کمپیوٹر بھی کتنا ہی "خود کار" کیوں نہ ہو جائے اسکی خود کاری کے عمل کو جاری کرنے کیلئے انسانی ہاتھ کی ضرورت ہے۔ اگر آپ چاہیں اس میں لاکھوں بلکہ کروڑوں الفاظ محفوظ کر سکتے ہیں لیکن یاد رکھئے محفوظ کر سکتے ہیں۔ آپ نے اس کو یہ الفاظ فیڈ کئے ہیں۔ بے شک ایک چھوٹی سی ڈسک پر ایک پوری اچھی خاصی خاصے حجم کی کتاب بھی نقل کی جا سکتی ہے لیکن جبتک نقل نہ کی جائے جب تک اس کو یہ کتاب فیڈ نہ کی جائے اس وقت تک یہ کتاب اس میں موجود نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ نے کتاب تو شیکسپیئر کی فیڈ کی اور یہ آپ کو غالب کا دیوان سنا دے۔ البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ اس کو ایک چیز دیں اور وہ آپکو آپ جب چاہیں یہ چیز دکھا دے۔ اپنی سکرین پر اس چیز کو لے آئے۔ اسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے WORD PROCESSING ورڈ پراسیسنگ شروع ہوئی۔ ورڈ پراسیسنگ یہ ہے کہ آپ ایک خط دو سو آدمیوں کو بھیجنا چاہتے ہیں، اگر آپ اسکو ٹائپ کریں تو ۲۰۰ دفعہ ٹائپ کرنا پڑے گا۔ ہر خط پر الگ الگ نام لکھنا پڑے گا، ہر شخص کے لفافے پر الگ نام لکھنا ہوگا، اور پھر اس خط کو لفافے میں ڈال کر ڈاک کیلئے تیار کریں گے۔ لیکن اگر آپ کے پاس ورڈ پروسیسر موجود ہے تو آپ ایکدفعہ ٹائپ کر کے اس خط کو اس میں فیڈ کر دیجئے یہ مشین آپ کو ۲۰۰ دفعہ ٹائپ کیا ہوا خط مہیا کر دے گی۔ اگر آپ نے پتے بھی اس کو فیڈ کئے ہوئے ہیں تو صرف ایک بٹن دبانے کی ضرورت ہے وہ تمام پتے بھی ان خطوں پر لکھے جائیں گے اور اسی طرح وہ پتے لفافوں پر بھی لکھے جائیں گے۔ گویا کہ دنوں کا کام گھنٹوں میں اور گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو سکتا ہے، شائد اس سے بھی کم وقت لگے۔ اس ورڈ پروسیسر کے متعلق یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ اس کے ذریعے ہجوں کی غلطیاں بھی درست کی جا سکتی ہیں پیراگراف بھی بنائے جا سکتے ہیں، پیراگرافوں کو بدلا بھی جا سکتا ہے۔ الفاظ بھی بدلے جا سکتے ہیں گویا کہ ہر قسم کی درستی مشین ہی میں کی جا سکتی ہے، لیکن یہ سمجھنا کہ یہ سب کچھ ہمارے بتائے بغیر کر سکتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ہمیں سب کچھ فیڈ کرنا پڑتا ہے پھر ہماری مرضی کے مطابق یہ ان فیڈ کی ہوئی چیزوں کو استعمال کرتا ہے اور ہماری مدد اس طرح کرتا ہے کہ ہمارا گھنٹوں کا کام منٹوں میں ہو جائے۔ دیکھا آپ نے ایک طرف تو کمپیوٹر اتنا زیادہ ہمارا کام کرتا ہے، ہماری اتنی زیادہ مدد کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے وجود پر ہماری اس دلیل کو اور محکم بنا دیتا ہے کہ یہ کارخانہ عالم بغیر کسی کے چلائے چل نہیں سکتا اور جو اس کو چلا رہا ہے ہم اسے خدا کہتے ہیں۔

دنیا میں نہ کبھی کوئی ایسی مشین ایجاد ہوئی ہے نہ کبھی ایجاد ہوگی کہ ادھر آپ نے مشین ایجاد کی، صرف مشین، ادھر صرف اس نے اپنی مرضی سے جس طرح چاہا کام کرنا شروع کر دیا۔

ادارتی ذمہ داری

جاگتی آنکھوں نے تو کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا۔ لیکن سوتے میں یہ بھی دیکھنے میں آگیا۔ میں نے ہاکر سے اخبار خریدا اور بڑے شوق سے پڑھنے لگا۔ پہلا صفحہ، دوسرا صفحہ، تیسرے صفحے پر پہنچا تو دیکھا دو کالم تو ٹھیک ٹھاک ہیں لیکن تیسرا اور چوتھا کالم خالی پڑے ہیں وہاں ایک لفظ بھی نہیں لکھا ہوا۔ بڑی حیرت ہوئی کہ کیا ماجرا ہے۔ چوتھا اور پانچواں صفحہ بھی ٹھیک ٹھاک تھا۔ لیکن چھٹے صفحے پر پھر ایک کالم سفید نظر آیا۔ سنسر کے دن بھی نہیں ہیں۔ پھر الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ ایڈیٹر صاحب میرے دوست بھی تھے اور اخبار کا دفتر بھی قریب ہی تھا۔ میں نے سوچا (یہ ساری بات خواب کی ہی ہے اور خواب بھی عجیب پراسرار لیکن معنی خیز ہوتے ہیں) چلو ایڈیٹر صاحب سے چل کر ملیں اور پوچھیں تو سہی کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ دفتر میں داخل ہوا۔ وہ دیکھ کر مسکرائے اور بڑے تپاک سے ملے۔ آئیے آج کیسے آنا ہوا "بھئی آپ کا اخبار کھینچ لایا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ کالم پر کالم خالی پڑے ہیں"۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسے اور کہنے لگے۔ اخبار نکالنا کوئی خالہ جی کا باڑہ نہیں ہے۔ دن رات محنت کر کے ادھر ادھر سے خیالات لے کے مضمون لکھتا تھا تو سارا پرچہ ٹھیک ٹھاک چھپتا تھا اوروں کے مضمون نہ آئیں تو کیا کیا جائے۔ لیکن پرسوں کسی دوست نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی خوب ہے، ایڈیٹر کیا بنے سارے کا سارا پرچہ ہی سنبھال لیا ہے۔ میں نے سوچا نہ سہی کچھ آئے گا تو چھاپیں گے۔ ورنہ کالم خالی رہنے دیں گے۔ آج صبح وہ دوست بھی تشریف لائے۔ کہنے لگے میں نے تو ہنسی مذاق میں بات کی تھی۔ آپ جو کچھ چھاپتے ہیں اس کے نفس مضمون سے تعلق ہے۔ نام سے نہیں۔ نام آپ کا ہو یا کسی اور کا۔ میں نے کہا۔ واہ دوست۔ آپ نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا تھا۔ اب آپ مضمون لکھیں گے نا؟ کہنے لگے میں نے کبھی لکھا ہے؟ بس آپ ہی لکھتے رہیئے اور یہ بات انہوں نے اتنے زور سے کہی کہ میں نیند سے بیدار ہو گیا۔ اور دیکھا تو ہاتھ میں قلم تھا اور سامنے کاغذ پر نیپال کے متعلق آدھا لکھا ہوا مضمون۔ بس یہ مضمون لکھتے لکھتے سو گیا تھا اور سوتے میں وہ خواب دیکھ لیا جو اوپر درج کر دیا ہے۔ اب آپ کہیے کہ میں یہ مضمون مکمل کر کے اپنے نام کے پہلے حروف سے دے دوں یا آپ کے مضمون کا انتظار کروں اور اگر آپ کا مضمون نہ آئے تو دو کالم خالی چھوڑ دوں فیصلہ آپ پر رہا۔

ضروری اعلان

جامعہ احمدیہ کی تاریخ تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ اس میں ایک باب شاہدین کے مقالہ جات کا ہے۔ تقریباً دو سال مقالہ نویسوں کو اپنے مقالوں پر نام کی بجائے رول نمبر لکھنا ہوتا تھا۔ ایسے تمام شاہدین سے جنہوں نے اپنے مقالوں پر نام کی بجائے رول نمبر لکھا تھا۔ درخواست ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں بلا تاخیر پرنسپل جامعہ احمدیہ یا خاکسار کو اپنے اور اپنے مقالوں کے ناموں سے مطلع فرمائیں۔

محمد اسحٰق صوفی "بیت الفضل" دارالعلوم غربی ربوہ

اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو! اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔

نزول المسیح

اسے جنت کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور بدی کا ریکارڈ رکھنے والا اسے دوزخ کی طرف دھکیلتا ہے اور یہ کھینچا تانی دیر تک چلتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شفیع اشرف کے درجات بلند فرمائے اور ان کے معیار کے عالم ہماری جماعت میں پیدا ہوتے رہیں۔ انہوں نے یہ مثال دے کر بتلایا کہ تدفین کا فیصلہ کرنے والے اصحاب بھی جو پورے طور پر تسلی کرنا چاہتے ہیں کہ جس شخص کو ہم راستہ کا سرٹیفکیٹ دے رہے ہیں وہ حقیقتاً اس کا مستحق ہے۔ اور مخالف اور موافق آراء کا تجزیہ کرنے اور فیصلہ کرنے پر آخر وقت لگتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بینائی سے محروم افراد کی کامیابیاں

گورنمنٹ تعلیم اسلام کالج میں ایک احمدی نابینا لیکچرار ہیں۔ ان سے پہلی ملاقات نابیناؤں کی احمدیہ ایسوسی ایشن کے پہلے اجلاس میں ہوئی۔ وہ اس ایسوسی ایشن کے صدر ہیں اور حافظ محمد ابراہیم صاحب شاہد مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ سیکرٹری۔ لیکچرار صاحب سے مل کر قادیان کا وہ زمانہ یاد آگیا جب حضرت حافظ محمد رمضان صاحب قرآن مجید حفظ کیا کرتے تھے اور اس گلی میں سے گزرتے ہوئے جسے بعد میں سرفانی سٹریٹ کہا جانے لگا ایک بہت لمبا سا ڈنڈا یوں گھماتے تھے کہ کوئی شرارت کرنے والا لڑکا ان کے پاس نہ آسکے۔ وہ بغیر کسی ساتھی کے گلیوں اور سڑکوں پر چلتے تھے اور کافی دور سے اپنی حفظ کلاس میں شرکت کرنے کیلئے روزانہ جایا کرتے تھے۔ قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد آپ نے دینی تعلیم حاصل کی اور عربی کی تعلیم بھی۔ چنانچہ مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا اور سلسلہ کے لٹریچر پر بھی عبور حاصل کیا یہی حافظ صاحب آہستہ آہستہ جماعت کے بہت بڑے عالم بن گئے۔ ان کی یہ خوبی تو سب کو حیران کر دیا کرتی تھی کہ تراویح کے دوران یہ جتنا قرآن مجید سناتے تھے اتنے کا ترجمہ اردو زبان میں بھی فر فر سنا دیتے۔ نہ قرآن مجید سامنے (حافظ کے سامنے بھلا کیسے رکھا جائے) نہ انہوں نے ساتھ کے ساتھ عربی متن پڑھنا لیکن شروع سے لیکر آخر تک ترجمہ سنا دیتے تھے۔

یہاں ربوہ میں بعض بینائی سے محروم نوجوانوں نے شاہد کا امتحان پاس کیا ہے۔ شاہد کے امتحان کو آپ ایک رنگ میں ایم اے ہی کا امتحان سمجھ لیں۔ ان میں سے ایک دو دست تو بیرون ملک جاکر مزید تعلیم بھی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے ہمیں ہیلن کیلر یاد آجاتی ہے جو ایک لمبے عرصے تک دنیا میں اس بات کی علامت بن کر سامنے آتی رہی کہ سماعت اور بینائی سے محروم ہونے کے باوجود لوگ دنیا کے بہت بڑے دانشوروں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ اس نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ سماعت اور بینائی کا نہ ہونا انسان کو معذور نہیں بنا دیتا۔ یا کم از کم اس بات پر مجبور نہیں کر دیتا کہ معذوری کی زندگی گزاری جائے یہ ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئی تھیں ان کا باپ کیپٹن آرتھر کیلر ایک اخبار "الباما" کے ایڈیٹر تھے۔ اور انہیں سماجی کاموں میں بھی حصہ لینے کا شوق تھا۔

ہیلن کیلر پیدا تو سماعت اور بینائی لے کر ہوئی تھیں لیکن ابھی ڈیڑھ سال کی تھیں کہ ان پر متعدی بخار کا حملہ ہوا اور وہ گونگی بہری اور اندھی ہو گئیں اور اس کے نتیجے میں وہ دنیا کی گوناگوں رنگینیوں کے لطف سے محروم ہو گئیں۔ کہتے ہیں کہ کچھ عرصے تک تو ہیلن کیلر نے اسی غم میں اپنے آپ کو مایوسی کی حالت تک پہنچائے رکھا کہ اب یہ دنیا اس کے لئے اندھیر ہے۔ اور وہ یہاں کچھ بھی نہ کر سکے گی۔ جب وہ سات سال کی ہوئیں تو انہیں ایک ایسی استانی مل گئی جس نے نابینا لوگوں کے سکول سے گریجوایشن کی ڈگری حاصل کی ہوئی تھی۔ اتفاق سے اسے آنکھوں سے محروم لوگوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل تھیں۔ اس استانی نے ہیلن کیلر کو پڑھانا بھی شروع کیا اور اس کے ساتھ دنیا بھر کی خبروں اور مسائل سے آگاہ کرنا بھی اپنے ذمے لے لیا۔ ۱۹۳۶ء میں اس استانی کا انتقال ہو گیا۔ لیکن اس سے بہت عرصہ پہلے وہ ہیلن کیلر کو حصول تعلیم کے صحیح خطوط پر لگا چکی تھی۔ ان کا طریق تعلیم نہایت فطری انداز پر مبنی تھا۔ وہ عملی طور پر چیزیں پیش کر کے ان سے متعلق جملہ واقفیت بہم پہنچاتی تھیں مثلاً ایک گڑیا لے کر اپنی شاگرد کو بتاتیں کہ اسے گڑیا کہتے ہیں۔ (DOLL) اور پھر اس کے تمام اعضا پر ان کی انگلیوں کی پوریں لگا کر بتاتیں کہ ہر عضو کا کیا نام ہے ایک دن وہ ہیلن کیلر کو باہر لے گئیں اور ایک فوارے کے پاس کھڑی کر کے پانی کو ان کے ہاتھوں پر گرنے دیا اور بتایا کہ اسے واٹر کہتے ہیں۔ یہاں ہمیں اس بات کا تذکرہ بھی کر لینے دیجئے کہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں ایک اردو کے استاد تھے حضرت ماسٹر عطا محمد صاحب (خاکسار کے والد صاحب) جو بیرونی ممالک سے آنے والے طلباء کو اردو پڑھایا کرتے تھے ان طلباء میں سے بعض ایسے بھی ہوتے تھے جو نہ انگریزی جانتے تھے اور نہ عربی۔ اس لئے انہیں پڑھانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت ماسٹر صاحب بعض اوقات اپنی جیبوں میں مختلف قسم کی مٹھائیاں ڈال کر لے جاتے تاکہ انہیں لڈو دکھا کر لڈو کا لفظ یاد کرایا جا سکے۔ یا کوئی ایسی ہی چیز۔ اور چلنے اور دوڑنے کو دو انگلیوں سے سمجھاتے میز پر دونوں انگلیاں رکھ کر آہستہ آہستہ ایک دوسری کو آگے بڑھاتے اور اسے کہتے "چلنا"۔ اور جب انہیں دو انگلیوں کو باری باری تیزی سے آگے پیچھے رکھتے تو طالب علم کو بتاتے کہ اسے کہتے ہیں "دوڑنا"۔

ہیلن کیلر نے بہت جلد بریل سسٹم کے مطابق پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا۔ جب وہ دس سال کی ہوئیں تو انہوں نے یہ سن کر کہ ناروے کی ایک گونگی لڑکی نے بولنا سیکھ لیا ہے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ بھی بولنا سیکھنا چاہتی ہیں۔ ابھی وہ بچی ہی تھیں کہ ان کے دل میں یہ شوق سمایا کہ وہ کالج کی تعلیم بھی حاصل کریں گی۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء سے کیمبرج سکول سے تعلیم حاصل کرنی شروع کی اور ۱۹۰۴ء میں انہوں نے ریڈکلف کالج سے بی اے کی ڈگری حاصل کر لی۔ ظاہرا طور پر تو یہ انکی تعلیم کی آخری حد تھی لیکن ہیلن کیلر نے مطالعہ جاری رکھا اور خاص طور پر جنرل تاریخ کی کتابوں سے بھرپور استفادہ کرتی رہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر انہیں متعدد یونیورسٹیوں نے اعزازی طور پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی۔ جب ان کی استانی نے ۱۹۰۵ء میں شادی کر لی تو ہیلن کیلر نے فیصلہ کیا کہ وہ اسی کے ساتھ رہے گی۔ چنانچہ میاں بیوی دونوں نے ہیلن کی حد امکان تک مدد کی ہیلن کیلر کو نہ صرف علم حاصل کرنے کا شوق تھا بلکہ وہ اپنی باتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے بھی مضطرب رہتی تھیں۔ چنانچہ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے "دی سٹوری آف مائی لائف" یعنی "میری زندگی کی کہانی" کتاب لکھی۔ جو "لیڈیز ہوم جرنل" میں شائع ہوئی اس کتاب کو اتنی پذیرائی ملی کہ اس کے مختلف زبانوں میں پچاس ترجمے شائع ہوئے۔ ایک اور کتاب "دی ورلڈ آئی لیو ان" "وہ جس دنیا میں میں زندگی گزار رہی ہوں" اور ایک اور "آؤٹ آف دی ڈارک" "اندھیرے میں سے" اور اسی طرح سے "مائی ریلیجن" "میرا مذہب" انہوں نے لکھی۔ مضامین کا جہاں تک تعلق ہے۔ اندھے پن اور بہرے پن اور خواتین کے حقوق سے متعلق بے شمار مضمون تحریر کیے۔ جو خوب خوب پسند کیے گئے۔

مختلف اوقات میں جو انہیں اعزاز ملے ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ ان کے نام پر بعض جگہوں کے نام رکھے گئے۔ انہیں ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان پر فلمیں بنیں اور ان کی کتابوں کو ساری دنیا میں مختلف زبانوں میں ترجمہ کر کے چھپوایا گیا۔ ۱۹۲۱ء میں امریکن فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی گئی۔ تو انہوں نے اسی وقت اس کی رکنیت اختیار کر لی۔ ۱۹۲۴ء میں انہوں نے "ہیلن کیلر ان ڈاؤمنٹ فاؤنڈیشن" کی بنیاد رکھنے کیلئے شب و روز سعی کی۔ ۱۹۴۶ء میں اندھے بہرے لوگوں کے لئے سپیشل کلاسیں شروع کیں۔ امریکہ میں بریل پریس کے بانی ہونے کا بھی انہیں اعزاز حاصل ہے یہی پریس بعد میں دنیا بھر کے اندھے بہرے لوگوں کے کام آنے لگا۔ ۱۹۴۶ء میں وہ انٹرنیشنل ریلیشن کی کونسلر منتخب ہوئیں۔ اور انہوں نے اسی حیثیت سے ساری دنیا کا دورہ کیا۔ (۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۷ء تک ۳۷ ممالک کا دورہ کیا اور ۵ برصغیر دیکھے)

وہ واقعی اندھوں اور بہروں کے لئے روشنی کی ایک کرن بن گئی۔ ۱۹۶۵ء میں نیویارک ورلڈ فیئر میں انہیں دنیا کی مشہور بیسویں خاتون کا خطاب دیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں اس کا انتقال ہوا تو وہ اپنی سہیلی اور استانی "این سلون" اور "پولی تھامسن" کی قبروں کے پاس ہی دفن ہوئیں دفن ہونے سے یہاں مراد یہ ہے کہ اس کی راکھ کو دفن کیا گیا۔

اس عورت نے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ ہمت اور حوصلہ سے کام لیا جائے تو کسی بات کے لئے بھی مایوس ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

امراء/صدران سے ضروری گذارش

(از مکرم وکیل المال ثانی تحریک جدید ربوہ)

جیسا کہ حضور پرنور نے تحریک جدید کے اس سال کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تحریک جدید کی طرف سے مکرم وکیل اعلیٰ صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ اس سال کے اختتام تک خدا کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ بھرپور کوشش کر کے دفتر اول کے جملہ معطی حضرات کے کھاتے زندہ کروا دیں گے۔

اس سلسلہ میں وکالت مال اول اور ثانی کی طرف سے بار بار سرکلرز کے ذریعہ اور دیگر ذرائع سے حضور کی ہدایات جماعتوں کو بھجواتے ہوئے گذارشات کی گئی ہیں کہ ہر ذریعہ سے پوری کوشش کر کے سال کے اختتام سے قبل جملہ کھاتہ جات دفتر اول زندہ کروائیں لیکن ابھی بہت سے کھاتے ایسے ہیں جن کے رشتہ داروں سے رابطہ باقی ہے۔ براہ کرم اس طرف مزید توجہ دے کر مرکز کو جلد از جلد ضروری معلومات بہم پہنچائیں۔ اور جن سے رابطہ ممکن ہے ان سے رابطہ پیدا کر کے ادائیگی کے لئے تحریک کریں۔ اللہ تعالیٰ ہر آن آپ کا معین و مددگار رہے۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ (ازالہ اوہام)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

چوہدری رفیق احمد ناصر

چوہدری فتح محمد صاحب درویش کی یاد میں

سادہ لباس، سفید بھوری رنگ کی مناسب داڑھی، دُبلا پتلا مناسب قد ۸۲ سال کی طویل عمر میں بھی نوجوانوں کا سا حوصلہ، ہمت، جفاکشی کی علامت، آہنی قوت وارادہ کے مالک، خدمت دین و انسانیت کی زندہ تصویر بزرگی سادگی و قناعت، یہ ہیں چند خصوصیات ان بے شمار خصوصیات میں سے جو میرے والد چوہدری فتح محمد صاحب درویش اپنے اندر رکھتے تھے۔ موصوف مورخہ ۲۷ فروری ۱۹۸۸ء کو وفات پاگئے تھے۔

محترم والد صاحب نے احمدیت کا ورثہ اپنے والد محترم چوہدری قطب الدین صاحب ساکن شیخ پور ضلع گجرات کے ذریعے پایا۔ جب قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر حضرت الحاج حکیم مولوی نورالدین صاحب کے ابتدائی ایام امامت کے ایک آنریری مربی نے ہمارے دادا کو دعوتِ حق دی۔ محترم والد صاحب اس وقت بمشکل دس سال کے تھے جب ہمارے دادا جان نے بیعت کی۔ والد صاحب اس واقعہ کو اچھی طرح سے ذہن میں نقش کئے ہوئے تھے اور بارہا ازدیاد ایمان کی خاطر یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں اسوقت باہر سے کھیلتے ہوئے واپس گھر آیا تھا کہ جب دادا جان نے بیعت کی اور غیر احمدی رسم و رواج کے مطابق میرے گلے میں چاندی کا ایک بڑا سا تعویذ باندھا تھا لیکن بیعت کے بعد دادا جان نے یہ تعویذ اُتار کر اس چاندی کے ٹکڑا کو سلسلہ کی خدمت کیلئے دیدیا اور یوں والد صاحب نے بھی ہمارے دادا جان کے ہمراہ بیعت کرلی۔ ہمارے دادا جان اور پردادا جان کی جماعت میں شمولیت سے قبل شیخ پور میں بہت ہی عزت اور فراوانی تھی۔ زمینداری شان و شوکت کی وجہ سے ہر سال خاندان کی قبروں پر عرس ہوتے تھے جن میں کثیر تعداد میں غیر از جماعت اور دیگر افراد دور دور سے اس عرس میں شرکت کرتے تھے۔ مگر جماعت احمدیہ میں شرکت کے بعد دادا جان نے ان سب سے کنارہ کشی کرلی اور پھر مخالفت نے بھی کچھ شدت اختیار کرلی جس کی وجہ سے خاندانی ذرائع معاش پر کافی اثر ہوا۔ مگر دادا جان نے اس دنیاوی عزت و خاندانی شوکت کی پرواہ نہ کی اور پھر احمدیت کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہی آپ اس دنیا سے فوت ہوگئے مگر تربیت کا ایک ایسا گُن ہمارے والد صاحب کی گھٹی میں ڈال گئے کہ آپ نے (یعنی والد صاحب نے) ان سے بھی زیادہ پریشانیوں اور مشکلات میں اپنے آپ کو جماعت کے ساتھ وابستہ رکھا اور قدرت ثانیہ کے پہلے، دوسرے، تیسرے اور پھر چوتھے دور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا گو کہ والد صاحب کی پیدائش ۱۹۰۶ء کی ہے۔ مگر چونکہ اس وقت دادا جان نے حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی آپکی زندگی میں بیعت نہ کی تھی اور نہ ہی آپکی زیارت کی تھی اس لئے آپ انکے رفیق تو نہیں کہلا سکتے مگر عمر کے لحاظ سے آپ نے احمدیت کی ایک لمبی تاریخ کو دیکھا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد ۲۵-۱۹۲۴ء میں والد صاحب برطانوی فوج میں شامل ہوگئے اور یہ بھرتی چونکہ جالندھر چھاؤنی میں ہوئی تھی اس لئے گجرات سے آپ براستہ امرتسر جالندھر پہنچے۔ وقت کی کمی نے مرکزِ احمدیت قادیان کی زیارت کی اجازت تو نہ دی مگر قادیان کی طرف سے آنیوالی مقدس ہواؤں میں آپنے سانسیں ضرور لیں اور فوج کی ملازمت میں ہندوستان کی کافی جماعتوں میں جانے کی بھی توفیق ملی۔ ۶، ۷ سال کے بعد آپ فوج کی ملازمت ختم کرکے اپنے آبائی گاؤں شیخ پور (گجرات) میں چلے آئے۔ مگر وقت کی گردش نے یا خدمت سلسلہ کے جذبہ نے پھر اس گاؤں میں ٹکنے کا موقعہ نہ دیا کہ تقسیم وطن کے ناگوار حالات سامنے آگئے۔ قادیان کی مقدس بستی کی حفاظت نے ہندوستان بھر کے ان خدمت گذار درویشوں کو پکارا کہ کیا کوئی ایسا ہے جو آج اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس مقدس سرزمین کی حفاظت کیلئے اپنی خدمات پیش کرے؟ تو ضلع گجرات کے درویش اپنی اکثریت کی وجہ سے ایک بار پھر بازی لے گئے۔ جن میں سے چوہدری سکندر خان صاحب، چوہدری محمد شریف گجراتی، چوہدری ولی محمد صاحب گجراتی اور خاکسار کے والد اسی گاؤں شیخ پور (ضلع گجرات) میں سے تھے۔ علاوہ ازیں چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی، محمد یوسف گجراتی، مولوی برکت علی صاحب، انعام، دفعدار محمد عبداللہ وغیرہ وغیرہ بھی تھے۔

محترم والد صاحب ابتدائی درویشوں میں سے تھے۔ چونکہ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدمت کی غرض سے آئے تھے۔ اس لئے پھر اسی سرزمین قادیان کے ہوگئے اور کئی سال تک اپنی اولاد (جو کہ پہلی بیوی سے تھی) سے دور رہے اور اسی دوری میں ہماری پہلی والدہ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے راہی ملکِ عدم ہوئیں، پھر والد صاحب نے دوسری شادی ضلع کنگ (اڑیسہ) کے ایک احمدی خاندان میں سے کی، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا عطا کیا۔

زمانہ درویشی میں آپ نے اپنے خاندانی پیشہ زراعت کو اپنائے رکھا اور خود کفالت کی مثال بنتے ہوئے انجمن پر بوجھ بننا گوارہ نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس زراعت اور تجارت میں مناسب برکت ڈالی جس سے آپ نے پاکستان میں رہنے والی اپنی اولاد (تین لڑکے ایک لڑکی) کی بھی کما حقہ پرورش کی۔ تجارت و زراعت کے علاوہ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے مختلف شعبہ جات میں کلرکی کے فرائض بھی بخوبی سرانجام دیئے۔ ایمپرسٹ کا شعبہ ہمیشہ آپکے پاس رہا۔ جس بھی ادارے میں گئے وہاں کے ایمپرسٹ سے متعلق رہے۔ حتیٰ کہ ۷۸ سال کی عمر میں بھی نظارت علیاء کے ایمپرسٹ کو جو کہ اپنی ذات میں ایک بہت بڑی ذمہ داری کا محتاج ہے بخوبی انجام دیا۔ عموماً بیوگان کی تنخواہوں اور انکو سالانہ گندم و چاول کی سپلائی کا کام بھی نظارت علیاء کے ماتحت ہے۔ محترم والد صاحب ہر ماہ ان تمام بیوگان کے گھر گھر جاکر پہلی تاریخ کو ان کی تنخواہیں پہنچاتے تھے۔

بڑھاپے میں بھی آپکا حوصلہ آپ کی ہمت، محنت، جفاکشی ہم نوجوانوں کے لئے مثال تھی۔ سردی ہو یا گرمی دھوپ ہو یا برسات آپ نے کھیتوں میں جاکر اپنے ہاتھوں سے زراعت کا کام کیا، اور وزنی بوجھ اٹھا کر ہم کو شرمسار کیا۔

سلسلہ کی خدمت کا جذبہ طبعی طور پر تھا۔ ہمیشہ سلسلہ کے مربیان کی عزت افزائی کی اور انکی خدمت کو اپنا حق سمجھا۔ واجبی چندوں کے علاوہ طوعی چندوں اور اسکیموں میں بھی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیا۔ اور اپنی ماہانہ تنخواہ سے وضع کرواتے رہے۔ تمام خدام و اطفال، انصار کے مرکزی جلسوں میں باقاعدہ حاضر ہوکر سُننا اپنے لئے فخر سمجھتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لنگر خانہ میں کھانا پکانے کی ڈیوٹی سرانجام دینا اپنی خوش قسمتی سمجھتے تھے کہ مہمانوں کی خدمت کی سعادت مل جائے اور انکی دعائیں حاصل ہو جائیں۔

ہمارے بزرگ والد صاحب فجر کی نماز سے آدھا پونا گھنٹہ قبل ہی بیت المبارک میں جاتے اور بیت الدعا میں نماز نفل ادا کرتے اور پھر فجر کی نماز اور درس کے خاتمہ کے بعد بیت الذکر میں ہی روزانہ تلاوت قرآن کرنا آپکا مشغلہ یا روحانی غذا بن چکی تھی۔ آپ نے ہمارے اپنے سب خاندان کیلئے جماعت کے احباب کیلئے جنہوں نے آپ کو دعا کی درخواست کی، مربیان کیلئے، اسیرانِ راہِ مولیٰ کیلئے، خاندان حضرت اقدس کیلئے اور انسانیت کیلئے اور قدرت ثانیہ کے مظاہر کے لئے بے شمار دعائیں کیں اور بیشمار قبولیت دعا کی مثالیں اسکا زندہ ثبوت ہیں۔

ہمارے والد صاحب ذاتی طور پر کوئی زیادہ دنیاوی تعلیمی ڈگریاں نہیں حاصل کئے ہوئے تھے مگر آپ نے اپنی اولاد کی تعلیم کی طرف خاص توجہ کی اور عموماً کہا کرتے تھے کہ میرے پاس تو کوئی دنیاوی ڈگری نہیں ہے مگر تم تو اعلیٰ تعلیم حاصل کرلو۔ اور پھر اسی کوشش جدوجہد اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ آپ کی دوسری بیوی کی ساری اولاد خوب پڑھی لکھی ہے۔ پانچ بیٹیوں میں سے چار بیٹیاں باقاعدہ ٹیچرز ہیں۔ ان میں سے تین شادی شدہ ہیں اور دو قابلِ شادی ہیں۔ آخری بیٹی بھی ایم۔ اے کی طالبہ ہے۔ خاکسار بیرون ملک اعلیٰ تعلیم حاصل کررہا ہے۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا مکرم بشارت احمد صاحب کوثر ربوہ میں معلم وقف جدید ہیں اور دو بیٹے زراعت کا کام کرتے ہیں اور ایک بیٹی بھی شادی شدہ ہے۔

ابتدائی درویشی میں ہی آپ نے وصیت کرلی تھی۔ گذشتہ سال معمولی سی بیماری سے صاحب فراش ہوئے اور پھر چارپائی نے نہ چھوڑا حتیٰ کہ آپ ۲۷ فروری کو ہم سب کو غمزدہ چھوڑ کر اپنے حقیقی مولیٰ سے جاملے۔ وصیت کے مطابق آپ بہشتی مقبرہ قادیان میں دفن ہوئے۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے والد صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے اور ان کی روح پر اپنی بے شمار رحمتیں برکتیں نازل کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے اور محض اپنی رحمت کی چادر سے ڈھانپ لے اور خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق دے۔

خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہوا

——— نزول المسیح

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدمتِ دین

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم احمدی بڑے خوش قسمت ہیں کہ خدمتِ دین کے لیے ہم چنے گئے ہیں۔ اس مبارک عہد میں اگر کسی احمدی کے سپرد کوئی خدمتِ دین کی جائے تو اُسے دل و جان سے نبھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس راہ میں اگر وقت اور مال کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑے تو بخوشی کیا جائے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ قادرِ مطلق خدا ہر قسم کے نقصان کی نہ صرف تلافی فرمائے گا بلکہ ایسے ایسے انعامات دے گا جو ہمارے تصور سے بھی بالا ہوں گے۔

اسی لیے سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ نے فرمایا:۔

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لیے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

پھر فرمایا:۔

"اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔"

اس عظیم الشان خوشخبری کے بعد خدمتِ دین کا موقعہ ضائع کرنا کفرانِ نعمت ہوگا۔

جامعہ احمدیہ میں داخلہ

اس سال جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے واقفینِ زندگی طلباء کا انٹرویو (اللہ نے چاہا تو) میٹرک کے نتیجہ کے بعد ہوگا۔ معین تاریخ کا اعلان جلد کر دیا جائیگا۔

امیدواران کے وقت اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے بارہ میں ضروری کوائف مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ابھی سے درخواستیں آجائیں تاکہ انٹرویو سے پہلے امیدواران کے کوائف مکمل کر لئے جائیں اس لئے جماعت کے ایسے ذہین، ہونہار دین کا شوق رکھنے والے مخلص نوجوان، جو اس سال میٹرک۔ ایف اے۔ بی اے اور ایم اے کے امتحان دے چکے ہیں یا دے رہے ہیں اور وہ زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ کی خواہش رکھتے ہوں وہ امتحان یا نتیجہ کا انتظار نہ کریں بلکہ ابھی سے مقامی جماعت کے امیر یا صدر صاحب کی وساطت سے درخواستیں وکالت دیوان تحریک جدید ربوہ کو ارسال فرمائیں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے
وہ آسمان پر عزت پائیں گے
——— کشتی نوح

حیاتِ روحانی صرف متابعت
رسول کریمؐ سے ملتی ہے۔
— حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ

زمینِ قادیان کا اوتیرن
مشہور دواخانہ
۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت
گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

بے بی ٹانک
BABY TONIC
پیکنگ ۹۰ ٹیبلٹس: قیمت ۸/- علاوہ ڈاک خرچ
کیور ہیومیڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ
فون: سیلز آفس ۷۷۱، کلینک ۶۰۶، رہائش ڈاکٹر ۶۰۶

بیکار نہ رہیئے
الیکٹریشن ریفریجریشن
اینڈ ایئر کنڈیشننگ ٹریڈز میں
داخلہ شروع ہے
مدت کورس ۱۸ ماہ
الشفیق ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر ربوہ
فنی تعلیمی بورڈ سے منظور شدہ فون ۵۹۲

خبریں

وزیراعظم بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ توانائی کا موجودہ بحران فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پراسیسنگ پلانٹ کا معاہدہ منسوخ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن حکومت اس سلسلے میں مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ جسکے لئے بہرحال کچھ وقت لگے گا۔

جمعیت علمائے اسلام کے راہنما مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ وہ پاکستان پیپلز پارٹی سے مذاکرات جاری رکھیں گے اور وہ اس کی اچھی باتوں کی تعریف کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔

انہوں نے کہا کہ مرکز اور پنجاب میں کشیدگی جمہوری عمل کا حصہ ہے۔

چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل مرزا اسلم بیگ نے ہفتہ کی شام وزیراعظم بھٹو سے ملاقات کی اور وہ کچھ دیر وزیراعظم کے ہمراہ رہے۔ اور انہوں نے باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا۔

مہاجر قومی موومنٹ سے تعلق رکھنے والے صوبائی اور قومی اسمبلی کے ارکان نے وزیراعلیٰ ہاؤس سندھ کے باہر پرامن مظاہرہ کیا۔ ارکان اسمبلی نے کالی پٹیاں باندھ رکھی تھیں اور بینر اٹھا رکھے تھے۔ جن پر مطالبے درج تھے۔ کہ پانی کی فراہمی بحال کی جائے ڈاؤ انجینئرنگ کالج میں کوٹہ بحال کیا جائے۔ کے ایم سی میں مداخلت بند کی جائے۔

چین میں مارشل لاء کی مخالفت اور جمہوری جدوجہد کی حمایت میں لاکھوں افراد نے ہانگ کانگ کی سڑکوں پر مظاہرہ کیا۔ دریں اثناء جاپان میں تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں طلباء نے بھی چین میں جمہوری جدوجہد کی حمایت میں ایک مظاہرہ کیا۔

بیجنگ کے جن علاقوں میں ہزاروں مظاہرین نے قبضہ کیا ہوا ہے۔ فوج کے بکتر بند دستے ان علاقوں میں گشت کر رہے ہیں۔ مظاہرین وزیراعظم لی۔ پنگ۔ کی معزولی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

پی۔ این۔ پی کے سربراہ میر غوث بخش بزنجو نے افغانستان کے سترہ روزہ دورہ سے واپسی کے بعد وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے کہا ہے کہ وہ افغانستان کے مسئلہ پر فوری طور پر تمام سیاسی جماعتوں کی کانفرنس بلائیں۔ ورنہ مزید تاخیر سے حالات انتہائی خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ جلال آباد کی جنگ سے تمام دنیا کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔

باخبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مالی سال ۹۰-۱۹۸۹ء کے سالانہ وفاقی بجٹ کا اعلان یکم جون کی بجائے ۳، جون کو ہوگا۔ اس بجٹ میں ادویات اور کھانے پینے کی اشیاء کے علاوہ ہر چیز پر سیلز ٹیکس عائد ہوگا۔ کاروں، ایئر کنڈیشنروں، کلر ٹیلی وژن، وی۔ سی۔ آر اور ریفریجریٹروں پر ڈیوٹی بڑھائی جائے گی۔ اسی طرح پٹرول کی قیمت میں اضافہ بھی متوقع ہے۔

نیز پتہ لگا ہے کہ بجٹ میں کالے دھن کو سفید کرنے کے لئے انقلابی اقدامات کا اعلان بھی ہوگا۔

اس سال پاکستان سے ۷۰ ہزار عازمین حج سعودی عرب جائیں گے یہ بات وفاقی وزیر مذہبی امور خان بہادر خان نے بتائی ہے۔ انہوں نے مزید یہ بتایا کہ اس بار ۵۳، ڈاکٹروں ۴، حکیموں اور پیرامیڈیکل سٹاف پر مشتمل وفد عازمین حج کی مدد کے لئے سعودی عرب بھیجا جائیگا۔

پاکستانی روپے کی قیمت امریکی ڈالر کے مقابلے میں ۲۰ پیسے اور سٹرلنگ پاؤنڈ کے مقابلے میں ۳۰ پیسے مزید گر گئی ہے۔

مختلف محکموں کے ملازمین نے گذشتہ روز بھی مہنگائی کے خلاف اور تنخواہوں کے حق میں احتجاجی جلسے کئے اور جلوس نکالنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان میں سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے کلرک، واپڈا، ریلوے اور انکم ٹیکس کے ملازمین اور بینک افسر شامل ہیں۔